خلاصۂ مضامینِ
قرآنِ حکیم

پہلا پارہ

انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی

خلاصۂ مضامینِ قرآن

پہلا پارہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝
اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ
الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۝ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝

الحمدللہ! اِس تحریر کے ذریعے اللہ کا نام لے کر ایک مبارک سلسلہ کا آغاز کیا جا رہا ہے جس میں سلسلہ وار قرآنِ حکیم کے ایک ایک پارہ کے اہم مضامین کا جائزہ لیا جائے گا اور اِن مضامین سے سے ہدایت اخذ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ بلاشبہ قرآنِ حکیم علم اور معلومات کا وسیع خزانہ ہے۔ اِس میں سائنس، تاریخ، جغرافیہ، فلسفہ، نفسیات، معاشیات، سیاست، معاشرت غرض ہر شعبۂ حیات و کائنات کے بارے میں معلومات ہیں۔ لیکن قرآنِ حکیم محض معلومات کی کتاب نہیں بلکہ یہ کتابِ ہدایت ہے۔ یہی کتاب راہ نمائی کرتی ہے اُس راہ کی جس میں دنیا میں بھی امن وسکون ہے اور آخرت میں بھی ابدی راحت ولذت ہے۔ البتہ اِس میں سے ہدایت اخذ کرنے کے لیے بنیادی شرط اخلاصِ نیت ہے۔ نیت یہ ہو کہ صرف اور صرف اللہ کی رضا کے حصول کے لیے قرآنِ حکیم کو سمجھنا مقصود ہو تا کہ اللہ اِس کتاب سے ایسی ہدایت دے جس سے ہمارے ایمان اور عمل کو جلا حاصل ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

یَھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ
اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ وَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (المائدۃ:۱۶)

''ہدایت دیتا ہے اللہ اس کے ذریعے سے اُنہیں جو اُس کی رضا کی پیروی کرتے ہیں سلامتی کے راستوں کی اور وہ اُنہیں نکالتا ہے اندھیروں سے روشنی کی طرف اپنے حکم سے اور اُنہیں ہدایت دیتا ہے سیدھے راستے کی''۔

تعوذ

قرآنِ حکیم کی تلاوت کے آغاز میں ہم تعوذ پڑھتے ہیں یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔سورہ ٔنحل آیت ۹۸ میں نبی اکرم ﷺ کو با قاعدہ ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ میں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ تو ہمیں سیدھے راستہ پر چلا۔سورۂ اعراف آیات ۱۶ اور ۱۷ میں شیطان کا یہ قول نقل ہوا ہے کہ وہ سیدھے راستہ پر گھات لگا کر بیٹھے گا اور اور اِس راستہ پر چلنے والوں پر سامنے سے، پیچھے سے، دائیں سے اور بائیں سے حملہ آور ہوگا۔شیطان نے **Challanging** انداز میں اللہ سے کہا کہ اے اللہ تو انسانوں میں سے اکثر کو اپنا شکر گزار نہیں پائے گا۔اللہ شیطان کے حملوں کے مقابلہ میں ہماری حفاظت فرمائے۔آمین! آیئے! ہم شعوری طور پر تعوذ پڑھتے ہیں

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

اے اللہ! میں شیطان مردود سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔آمین، یارب العالمین!

تسمیہ

قرآنِ حکیم کی تلاوت کے آغاز میں تعوذ کے بعد تسمیہ پڑھتے ہیں یعنی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ...... خاص اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان ہے ہمیشہ مہربان۔ سورہ علق کی پہلی آیت میں نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ۔یہ ایک دعائیہ کلمہ جسے کسی کام کے آغاز میں پڑھنا مسنون ہے تا کہ اُس کام سے خیر و برکت حاصل ہو۔

سورہ ٔ فاتحہ

فطرتِ انسانی کی ترجمان

قرآنِ حکیم کی ابتدا میں سورہ ٔفاتحہ ہے۔الفاتحہ کا مفہوم ہے کھولنے والی یعنی **The opening Surah of Quran**۔اِس سورہ ٔ مبارکہ کے کئی نام احادیثِ نبوی ﷺ سے ثابت

ہیں لیکن اِس کا سب سے معروف نام فاتحہ ہی ہے۔ یہ سورہ ٔ مبارکہ سات آیات پر مشتمل ہے۔ اِن آیات میں درحقیقت فطرتِ انسانی کی ترجمانی کی گئی ہے۔ ایک سلیم الفطرت اور سلیم العقل انسان اِس حقیقت تک رسائی حاصل کرلیتا ہے کہ اِس کائنات کا ایک خالق ہے، ایک مالک ہے اور وہی اِس کا ایسا رب یعنی پروردگار ہے جو رحمان بھی ہے اور رحیم بھی۔ پھر اِس حقیقت تک بھی اُس کی رسائی ہوجاتی ہے کہ انسانی اعمال بے کار نہیں ہیں بلکہ اُن کا اچھا یا برا نتیجہ نکل کر رہے گا اور اِس نتیجہ کا پورا اختیار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہوگا۔ البتہ عملی زندگی میں اچھے اعمال کے لیے انسان ایک متوازن اور معتدل راستے کا محتاج ہے۔ یہ معتدل اور متوازن راستہ انسان اپنی عقل سے متعین نہیں کرسکتا بلکہ اِس کے لیے وہ مجبور ہے کہ اللہ ہی سے درخواست کرے کہ وہ اُس کے سامنے صراط مستقیم واضح کرے اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جس طرح قرآنِ حکیم کی سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت یعنی سورہ ٔ علق کی پہلی آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کا تعارف بطور رب کروایا گیا، اِسی طرح سورہ ٔ فاتحہ کی پہلی آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کا تعارف بطور رب العالمین کروایا گیا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ قریش اللہ تعالیٰ کو پہلے سے جانتے تھے اور مانتے بھی تھے لیکن وہ مانتے تھے کائنات کے خالق ،مخلوقات کے رازق، سماعت و بصارت کے مالک اور زندگی وموت دینے کا اختیار رکھنے کے اعتبار سے۔ رب کا لفظ وہ اپنے سرداروں کے لیے استعمال کرتے تھے۔ آج بھی عربی زبان میں آقا اور غلام کے لیے رب اور عبد ہی کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ قرآنِ حکیم کے آغاز ہی میں اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف بطور رب کروایا اور یہی قریش کی مخالفت کی اصل وجہ بنا۔ وہ اللہ کو آقا مان کر اُس کی بندگی کے لیے تیار نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کا تعارف کروانے کے بعد کہ وہ رب العالمین ہے، اُس کی کچھ اور صفات کا تذکرہ فرمایا کہ وہ اَلرَّحْمٰنِ ہے اور اَلرَّحِیْمِ ہے یعنی اُس کی رحمت میں جوش اور تسلسل ہے۔ وہ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ یعنی جزا وسزا کے دن کا مالک ہے۔ اِس کے بعد اللہ تعالیٰ کو رب ماننے کا وہ لازمی نتیجہ سامنے آیا کہ اب ہم اُسی کے بندے ہیں۔ لہٰذا اِیَّاکَ نَعْبُدُ اے اللہ ہم تیرے ہی بندگی کرتے ہیں۔ اِس کے بعد انسان جس کو

بھی اپنا رب مانتا ہے اُسی سے مدد مانگتا ہے اور اُسی سے راستہ پوچھتا ہے کہ کدھر جانا ہے؟ اور کیا کرنا ہے؟ یہی وہ بات ہے جو سورۂ فاتحہ میں بھی سکھائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانو، اُس کی بندگی کا عہد کرو، اُسی سے مدد مانگو اور پھر اُسی سے التجا کرو کہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا یعنی جن سے تو راضی ہوا۔ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ جو نہ تیرے غضب کا نشانہ بنے اور نہ ہی گمراہ ہوئے۔ اِسی دعا کے جواب میں اگلی سورہ ٔ مبارکہ کا آغاز ہوا اِن الفاظ کے ساتھ کہ قرآنِ حکیم ہدایت ہے طلب گاروں کے لیے۔ گویا سورہ ٔ فاتحہ دعا ہے اور پورا قرآنِ حکیم جوابِ دعا۔

سورہ ٔ بقرۃ

قرآنِ حکیم کا نقطہ ٔ عروج

سورۂ بقرہ قرآنِ حکیم کی طویل ترین سورہ ہے جو ۲۸۶ آیات پر مشتمل ہے۔ اِس سورہ ٔ مبارکہ کے حوالے سے ارشادِ نبوی ﷺ ہے :

لِکُلِّ شَیۡءٍ سَنَامٌ وَاِنَّ سَنَامَ الۡقُرۡاٰنِ سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃِ (ترمذی)

’’ہر شے کی ایک چوٹی ہوتی ہے اور قرآن کی چوٹی سورۃ البقرۃ ہے‘‘۔

یہ سورہ ٔ مبارکہ مدنی ہے جو ہجرت کے فوراً بعد اور غزوہ ٔ بدر سے پہلے نازل ہوئی۔

سورہ ٔ مبارکہ کے مضامین کا تجزیہ :

سورۃ البقرۃ کے دو حصّے ہیں۔ پہلا حصہ آیات ۱ تا ۱۵۲ (رکوع ۱ تا ۱۸) پر مشتمل ہے جس میں خطاب کا رُخ سابقہ امتِ مسلمہ بنی اسرائیل کی طرف ہے۔ دوسرا حصہ آیات ۱۵۳ تا ۲۸۶ (رکوع ۱۹ تا ۴۰) پر مشتمل ہے جس میں موجودہ امتِ مسلمہ یعنی مسلمانوں سے خطاب ہے۔

پہلا حصہ ...... آیات ۱ تا ۱۵۲ (رکوع ۱ تا ۱۸)

☆ آیات ۱ تا ۳۹ (رکوع ۱ تا ۴) : تمہیدی مضامین

i- آیات ۱ تا ۲۰ : اسلام کے حوالے سے تین کردار۔ پکے مسلمان، پکے کافر اور منافقین

ii- آیات ۲۱ تا ۲۹ : قرآنِ حکیم کی دعوت

iii- آیات ۳۰ تا ۳۹ : قرآنِ حکیم کا فلسفہ

☆ آیات ۴۰ تا ۱۲۳ (رکوع ۵ تا ۱۴) : سابقہ امتِ مسلمہ سے براہِ راست خطاب

i- آیات ۴۰ تا ۴۶ : سابقہ امتِ مسلمہ کے لیے دعوت

ii- آیات ۴۷ تا ۱۲۳ : سابقہ امتِ مسلمہ کے جرائم اور اُن کے لیے ملامت

☆ آیات ۱۲۴ تا ۱۵۲ (رکوع ۱۵ تا ۱۸) : تحویلی مضامین

تحویلِ قبلہ کا بیان اور اِس کے ساتھ تحویلِ امت کا اعلان یعنی سابقہ امتِ مسلمہ کی معزولی اور اُس کی جگہ مسلمانوں کو لوگوں کی امامت کا منصب عطا کرنے کا فیصلہ۔

دوسرا حصہ آیات ...... ۱۵۳ تا ۲۸۶ (رکوع ۱۹ تا ۴۰)

اِس حصہ میں مسلمانوں سے خطاب ہے جس میں چار مضامین کا بیان ہے :

i- عبادات سے متعلق احکامات
ii- معاملات سے متعلق احکامات
iii- جہاد بالمال یعنی انفاق فی سبیل اللہ
iv- جہاد بالسیف یعنی قتال فی سبیل اللہ

پہلے دو مضامین کا تعلق احکاماتِ شریعت سے اور آخری دو مضامین نفاذِ شریعت سے متعلق ہیں۔ یہ چاروں مضامین اِس حصہ میں بار بار آئے ہیں۔ گویا یہ حصہ ایک ایسی ڈور کی مانند ہے جسے مذکورہ مضامین کی چار لڑیوں سے پِرو کر بٹا گیا ہے۔ اس ڈور میں پانچ قیمتی موتی بڑی بڑی آیات کی صورت میں ٹانک دیے گئے ہیں۔ یہ پانچ آیات حسبِ ذیل ہیں :

i- آیت الآیات (ایک ہی آیت میں کئی آیات کا بیان) آیت ۱۶۴

ii- آیت البر (نیکی کے بیان پر جامع آیت) آیت ۱۷۷

iii- آیت الاختلاف (انسانوں میں اختلاف کیوں پیدا ہوا) آیت ۲۱۳

iv- آیت الکرسی (تمام آیاتِ قرآنی کی سردار) آیت ۲۵۵

v- آیت الدَین (قرض کے معاملہ کے لیے ہدایت) آیت ۲۸۲

آیات ۱ تا ۵

قرآن کن کے لیے ہدایت ہے؟

پہلی آیت حروفِ مقطعات الٓـم پر مشتمل ہے۔ امت کا اِس پر تقریباً اجماع ہے کہ اِن حروف کے حقیقی معانی اللہ ہی کے علم میں ہیں۔ دوسری آیت قرآنِ حکیم کی تمہیدی آیت ہے جس کا ایک حصہ اِس مبارک کتاب کی عظمت بیان کر رہا ہے۔ فرمایا ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ ...... یہ وہی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے یعنی بلاشبہ یہ وہ کتاب ہے جس کا تورات و انجیل میں تذکرہ تھا اور اِس کے مضامین بھی ہر طرح کے شک وشبہ سے بالاتر ہیں۔ یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جو اِس دعویٰ سے اپنے تعلیمات کا آغاز کرتی ہے۔

آیت ۲ کے دوسرے حصہ سے لے کر آیت ۵ تک ایسے بندوں کی پانچ صفات کا ذکر ہے جنہیں قرآنِ حکیم سے ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ پہلی صفت ہے کہ وہ غیب پر یقین رکھتے ہیں یعنی بن دیکھے مانتے ہیں۔ آج کے سائنسی دور میں اور سیکولر سوچ کے تحت حقائق صرف اُن ہی امور کو تسلیم کیا جاتا ہے جو کہ انسان کے حواس خمسہ کی گرفت میں آئیں۔ لیکن قرآن اُن کے لیے ہدایت ہے جو یقین رکھتے ہوں کہ اصل حقائق وہ ہیں جو ہماری حواسِ خمسہ کی پہنچ سے دور اور سرحدِ ادراک سے پرے (beyond) ہیں۔ گویا مادہ پرستی، عقل پرستی اور ظاہر پرستی کی نفی ہدایتِ قرآنی کے حصول کے لیے شرطِ اوّلین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے قرآنِ حکیم کے بیان کردہ غیبی حقائق اور معجزات کی مادہ پرستانہ توجیح کی کوشش کی وہ گمراہی کی دلدل میں دھنستے چلے گئے۔ دوسری صفت بیان ہوئی وہ اللہ کی مسلسل یاد کے لیے نماز قائم کرتے ہیں۔ تیسری صفت یہ ہے کہ وہ دل سے دنیا کی محبت دور کرنے کے لیے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں۔ اُن کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ تعصّبات سے بالاتر ہوکر قرآن کے ساتھ ساتھ سابقہ آسمانی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ آخری صفت یہ ہے کہ وہ آخرت کی باز پرس پر تو گہرا یقین رکھتے ہیں۔ یہ صفات بیان کرنے کے بعد فرمایا یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں اور اور یہی لوگ آخرت میں فلاح پانے والے ہوں گے۔

آیات ۶ تا ۷

ہدایت سے محروم کون ہوتے ہیں؟

اِن آیات میں اُن کفار کا ذکر ہے جو حق واضح ہونے کے باوجود کفر پر اڑے ہوئے ہیں۔ **فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ** ...... جب وہ ٹیڑھے ہوئے اللہ نے اُن کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا (سورہ ٔصف آیت 4) کے مصداق فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ اُن کے لیے برابر ہے کہ آپ اُنہیں سمجھائیں یا نہ سمجھائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ بقول شاعر :

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

آیات ۸ تا ۱۶

منافقانہ کردار کیا ہے؟

اِن آیات میں منافقین کا طرزِ عمل کا بڑی وضاحت سے تذکرہ ہے۔ یہ وہ عناصر ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اللہ پر اور روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔ وہ اپنے خیال میں اللہ اور اہلِ ایمان کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن غیر شعوری طور پر وہ اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ اُن کی یہ منافقت شعوری نہیں بلکہ دنیا کی محبت کی صورت میں ایک بیماری ہے جو دلوں کو زنگ آلود کرتی جاتی ہے۔ وہ کفار سے دوستی کر کے حق اور باطل کے درمیان مصالحت کرانا چاہتے ہیں لیکن یہ مصالحت نہیں بلکہ فساد ہے۔ بقول اقبال :

باطل دوئی پسند ہے حق لا شریک ہے
شرکت میانہ ٔحق و باطل نہ کر قبول

یہ فسادی اِس اعتبار سے بھی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کے بجائے منفی تبصرے کر کے پورے نظمِ جماعت کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایسے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے ہیں تو وہ بڑے طنز کے ساتھ کہتے ہیں کیا ہم ان پاگلوں کی طرح ایمان لے آئیں؟ یہ بیوقوف ہیں جنہیں نہ اپنے نفع نقصان کی فکر ہے اور نہ

مستقبل کی پرواہ۔ ہماری کوئی مت ماری ہوئی ہے۔ہم senseble لوگ ہیں، بچ بچ کر اورسوچ سمجھ کر چلتے ہیں۔اِس پر بڑی سخت ڈانٹ پلائی گئی۔فرمایا کہ آگاہ ہوجاؤ کہ یہی پاگل ہیں۔مت اِن کی ماری گئی ہے لیکن اُنہیں اِس کا اندازہ ہی نہیں ہے۔یہ بدنصیب ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی لے کر خسارے کا سودا کیا ہے۔

آیات ۱۷ تا ۲۰

کافروں اور منافقین کے لیے تماثیل

اِن آیات میں کفر پر اڑ جانے والے کافروں اور منافقین کے لئے تماثیل بیان ہوئی ہیں۔ کافروں کے لیے یہ تمثیل بیان ہوئی کہ نبی اکرم ﷺ کی آمد سے قبل گمراہی کا اندھیرا تھا۔حق کو دیکھنا ممکن نہ تھا۔آپ ﷺ نے ہدایت کا چراغ جلایا اور روشنی ہوگئی لیکن ان کافروں کی بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ نے اُن کی بینائی چھین لی۔لہٰذا وہ اب بھی اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔منافقین کے لئے آسمانی بجلی کی تمثیل دی گئی۔بجلی چمکی تو چل پڑے ورنہ کھڑے رہے۔گویا یہ لوگ فائدہ سمیٹنا چاہتے ہیں لیکن مشکلات میں ساتھ دینے کو تیار نہیں۔

آیات ۲۱ تا ۲۵

قرآنِ حکیم کی دعوت

اِن آیات میں قرآنِ حکیم کی دعوت بیان ہورہی ہے۔دعوت کا پہلا نکتہ یہ ہے کہ اللہ کو رب مانو اور اُس کی عبادت کرو یعنی پورے ذوق وشوق سے زندگی کے ہر معاملہ میں اس کی اطاعت کرو۔عبادت تمہارا مقصدِ تخلیق ہے اور اسی کے ذریعہ تم دنیا میں در در کی ٹھوکریں کھانے اور آخرت میں عذاب سے بچ سکتے ہو۔دعوت کے دوسرے نکتہ کے طور پر قرآنِ حکیم کی معجزانہ حیثیت کو نمایاں کرنے کے لیے چیلنج دیا گیا کہ اگر تمہیں شک ہے اِس کلام کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے تو اِس جیسی کوئی ایک ہی سورۃ لے آؤ۔ساتھ ہی آگاہ کردیا گیا کہ تم ایسا ہرگز نہ کرسکو گے لہٰذا بچو اُس آگ سے جس کا ایندھن بنیں گے انسان

اور پتھر۔ اِس کے بعد باعمل اہلِ ایمان کو جنت کی نعمتوں کی بشارت دی گئی۔

آیات ۲۶ تا ۲۷

قرآن کیسے گمراہ کرتا ہے؟

اِن دو آیات میں واضح کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اِسی قرآن کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ گمراہ صرف اُن فاسقوں کو کرتا ہے جو

i- اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد کر کے توڑ دیں۔

ii- قرابت داروں، سلف صالحین اور نیک لوگوں کے ساتھ تعلق قائم نہ رکھیں۔

iii- اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے پھریں۔

آیات ۲۸ تا ۲۹

قرآنِ حکیم کا فلسفہ

یہ آیات قرآنِ حکیم کے فلسفہ کا خلاصہ پیش کر رہی ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان اور کائنات کے بارے میں ذہنِ انسانی میں پیدا ہونے والے اُن سوالات کا جواب دیا ہے جن سے فلسفہ بحث کرتا ہے۔ انسان کی تخلیق کے حوالے سے فرمایا گیا کہ اللہ نے پہلے ہر انسان کی روح کو پیدا کیا۔ پھر اُسے موت کی نیند سلا دیا۔ پھر زندہ کر کے جسم کے ساتھ دنیا میں بھیجا۔ پھر وہ اُسے دوبارہ موت دے گا اور پھر دوبارہ زندہ کر کے اپنی بارگاہ میں جوابدہی کے لیے حاضر کرے گا۔ اِسی طرح یہ کائنات بھی اللہ نے بنائی ہے۔ اِسے انسان کے لیے مسخر کر دیا تاکہ وہ اِس سے استفادہ حاصل کر سکے۔

آیات ۳۰ تا ۳۴

انسان کی عظمت

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی خلافتِ ارضی کا اعلان فرمایا ہے۔ اللہ نے اُنہیں صاحبِ علم بنایا اور اِسی وجہ سے اُنہیں فرشتوں پر فضیلت دی۔ اِس فضیلت کے اظہار کے لیے

اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حضرت آدمؑ کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا۔ یہ حکم انسان کی عظمت کے لیے ایک بے مثال دلیل بن گیا۔

آیات ۳۵ تا ۳۷

زمین پر ہونے والے امتحان کا تجربہ

ان آیات میں اس آزمائش کا ذکر ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور اماں حوا کو جنت میں گزارا۔ ان پر ابلیس کی دشمنی واضح ہوگئی جس نے انہیں اللہ کے حکم کے برعکس ممنوعہ درخت کا پھل کھانے پر مائل کیا۔ حضرت آدمؑ اپنے کیے پر پشیمان ہوئے۔ اللہ نے اُنہیں وہ کلمات سکھائے جن کے ذریعہ اُنہوں نے اظہارِ ندامت کیا اور اللہ کی بارگاہ میں توبہ کی التجا کی۔ اللہ نے آدمؑ کی توبہ قبول فرما کر اُنہیں خلافت کے منصب کے ساتھ زمین پر اترنے کا حکم دیا۔

آیات ۳۸ تا ۳۹

امتحانِ دنیا میں کون کامیاب ہوگا؟

اِن آیات میں رہنمائی دی گئی کہ زمین پر بھی ابلیس انسان کو اللہ کے احکامات پر عمل سے روکنے کی کوشش کرے گا۔ یہ ایک امتحان ہوگا جس میں وہی لوگ کامیاب ہوں گے جو اللہ کی عطا کردہ ہدایت کی پیروی کریں گے۔

آیات ۴۰ تا ۴۶

بنی اسرائیل کے لیے دعوت

آیت **40** سے بنی اسرائیل سے خطاب کا آغاز ہوا۔ یہ خطاب آیت **123** تک جاری رہے گا۔ اسرائیل حضرت یعقوبؑ کا لقب تھا جو حضرت ابراہیمؑ کے پوتے اور حضرت اسحاقؑ کے بیٹے تھے۔ اسرائیل کے معنی ہیں عبداللہ یعنی اللہ کا بندہ۔ اُن کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ اِن میں سینکڑوں کے حساب سے نبی اور رسول آئے۔ اب اُن کے لیے امتحان ہوا کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر ایمان لائیں جو ابراہیمؑ کے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل میں سے

تھے۔آیت 40 تا 46 میں بنی اسرائیل کے لیے دعوت کا بیان ہے۔اُنہیں نبی اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآنِ حکیم پر ایمان لانے میں سبقت لے جانے کی دعوت دی گئی اور خبردار کیا گیا کہ وہ دنیا کے حقیر مفادات کے عوض اللہ کی آیات کا سودا نہ کریں۔اُنہیں ایفاءِ عہد، اللہ سے ڈرنے، نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کی تلقین کی گئی۔حق و باطل کی آمیزش، حق کو چھپانے اور قول و فعل کے تضاد سے منع کیا گیا۔احکاماتِ خداوندی پر چلنے کے لیے نماز اور استقامت سے اللہ کی مدد حاصل کرنے کی نصیحت کی گئی۔

آیات ۴۷ تا ۴۸

نجاتِ اُخروی کے لیے جھوٹے سہاروں کی نفی

اِن آیات میں بنی اسرائیل کو اللہ کی طرف سے عطا کی گئی نعمتوں کی یاددہانی کرائی گئی اور اُن جھوٹے سہاروں کی زوردار نفی کی گئی جن کے ذریعے انسان بے عملی کے باوجود آخرت میں سزا سے بچنے کی امید رکھتا ہے۔یہ سہارے شفاعتِ باطلہ، کسی نیک انسان کے ساتھ زبانی کلامی نسبت یاد دلا کر سزا سے بچنے کا تصور ہے۔

آیات ۴۹ تا ۶۱

بنی اسرائیل کے لیے ملامت

اِن آیات میں بنی اسرائیل پر اللہ کے کئی احسانات کا بیان ہوا اور بنی اسرائیل کی ناشکریوں اور نافرمانیوں پر ملامت کی گئی۔اللہ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے معجزاتی نجات دی، صحرائے سینا میں من وسلویٰ نازل فرمایا، اُن پر بادلوں کا سایہ کیا اور پانی کے بارہ چشمے ایک ہی چٹان سے جاری فرما دیے۔بنی اسرائیل نے ان نعمتوں کی ناشکری کی، بچھڑے کو معبود بنالیا، حضرت موسیٰؑ سے اللہ کا دیدار کرانے کا مطالبہ کیا اور من وسلویٰ کی ناقدری کرتے ہوئے اُن چیزوں کی فرمائش کی جو زمین سے اُگتی ہیں۔اللہ کے احکامات کی نافرمانی، انبیاء کے ناحق قتل اور دیگر زیادتیوں کی وجہ سے وہ اللہ کے غضب اور در در کی ٹھوکریں کھانے کی ذلت سے دوچار ہوئے۔

آیت ۶۲

کسی گروہ سے نسبت آخرت میں نجات کے لیے کافی نہیں

اِس آیت میں بیان کیا گیا کہ کسی نبی یا گروہ سے نسبت آخرت میں انسان کی نجات کے لیے کافی نہیں ۔ نجات اُسی کو ملے گی جو خلوص کے ساتھ یعنی اللہ کی رضا جوئی اور آخرت کی فلاح کے حصول کے لیے اچھے اعمال کرے گا۔

آیات ۶۳ تا ۶۶

بنی اسرائیل کے لیے عبرتناک سزا

اِن آیات میں بنی اسرائیل کو اُن کی عہد شکنی، ضابطۂ سبت کے حوالے سے اُن کی نافرمانی اور اِس پر بندر بنائے جانے کی سزا کا واقعہ یاد دلایا گیا۔ اِس سزا کو اللہ نے رہتی دنیا تک کے لیے عبرت بنا دیا۔

آیات ۶۷ تا ۷۱

اللہ کے حکم پر بے چون و چرا عمل کرو

اِن آیات میں اُس واقعہ کا ذکر ہے جب اللہ نے بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا۔ اُنہوں نے حکم پر عمل کرنے کی بجائے حضرت موسیٰؑ سے گائے کے بارے میں طرح طرح کے سوالات پوچھنے شروع کر دیے۔ اِن سوالات کے نتیجے میں اُن کے لیے لازم کر دیا گیا کہ وہ ایسی گائے ذبح کریں جس کو اُنہوں نے تقدس کا درجہ دیا ہوا تھا۔ مراد یہ ہے کہ اللہ کا حکم آئے تو فوراً اِس کی تعمیل کرنی چاہیے۔

آیات ۷۲ تا ۷۴

اللہ کی نشانی

اِن آیات میں اُس واقعہ کا بیان ہے کہ جب بنی اسرائیل میں سے کسی نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ مجرم کو ظاہر کرنے کے لیے اللہ نے حکم دیا کہ ذبح شدہ گائے کا ایک ٹکڑا مقتول کو مارو۔ مقتول زندہ ہوا اور اُس نے اپنے قاتل کی نشاندہی کی ۔ یہ اللہ کی بہت بڑی نشانی تھی لیکن

اسرائیلی اِس واقعہ کے بعد پتھروں سے بھی زیادہ سخت دل ہو گئے۔

آیات ۷۵ تا ۸۲

بنی اسرائیل کے عوام اور علماء کے جرائم

اِن آیات میں بنی اسرائیل کے مختلف جرائم بیان کیے گئے۔عوام الناس اپنی خواہشات ہی کو اللہ کا حکم سمجھتے تھے اور اُن کے تصورات خیالی باتوں پر مشتمل تھے۔علماء اللہ کے کلام میں جان بوجھ کر تحریف کرتے تھے۔وہ من گھڑت باتوں کو اللہ کی طرف منسوب کر کے دنیا کماتے تھے اور دعویٰ کرتے تھے کہ اسرائیلی اللہ کے وہ محبوب لوگ ہیں جنہیں جہنم میں نہیں ڈالا جائے گا سوائے چند روز کے لیے۔اللہ نے فرمادیا کہ جس نے جان بوجھ کر ایک بھی گناہ کبیرہ کیا اور اُس گناہ سے توبہ کرنے سے محروم رہا وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلتا رہے گا۔جنت میں وہی جائے گا جو ایمان اور عمل کی دولت لے کر آئے گا۔

آیات ۸۳ تا ۸۴

بنی اسرائیل کا اللہ سے عہد اور عہد شکنی

اِن آیات میں بنی اسرائیل سے لیے گئے عہد کی تفصیل بیان کی گئی ۔اِس عہد کی رو سے بنیاسرائیل کو اللہ کی بندگی کرنے ، والدین ،قرابت داروں اور محتاجوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے ،تمام لوگوں کے ساتھ خوش کلامی کرنے ،نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کی نصیحت کی گئی۔آپس میں ایک دوسروں کو گھروں سے بے دخل کرنے اور باہمی خون ریزی سے منع کیا گیا۔اِس کے ساتھ ساتھ بنی اسرائیل کی طرف سے عہد شکنی کی مذمت کی گئی۔

آیات ۸۵ تا ۸۶

شریعت پر جزوی عمل کی سزا

اِن آیات میں یہود کا یہ جرم بیان کیا گیا کہ وہ شریعت کے بعض احکامات پر عمل کرتے ہیں اور بعض احکامات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔اِس روش کی سزا دنیا میں رسوائی اور آخرت میں

دردناک عذاب کی صورت میں بیان کی گئی۔ مزید فرمایا کہ اِس روش کی وجہ، اِس عارضی دنیا کی لذت کو آخرت کی دائمی لذات پر ترجیح دینا ہے۔ آج مسلمانوں کی موجودہ ذلت و رسوائی کی وجہ بھی یہی ہے کہ ہماری اکثریت اللہ کے احکامات پر جزوی عمل کرتی ہے۔

آیات ۸۷ تا ۹۳

بنی اسرائیل کا نبی اکرم ﷺ سے حسد

اِن آیات میں بنی اسرائیل کے چند اور جرائم بیان کیے گئے ہیں۔ اِن جرائم میں جان بوجھ کر حق سے اعراض کرنا، نبی اکرم ﷺ سے غیر اسرائیلی ہونے کی وجہ سے حسد کرنا، انبیاء کو ناحق قتل کرنا، بچھڑے کو معبود بنانا اور اللہ سے کیے گئے عہد کو توڑنا شامل ہیں۔

آیات ۹۴ تا ۹۶

اللہ کے محبوب ہو تو موت کی آرزو کرو!

اِن آیات میں بنی اسرائیل کو اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو جانچنے کا ایک معیار دیا گیا۔ فرمایا گیا کہ اگر تم واقعی اللہ کے محبوب ہو اور آخرت میں تمہیں اعزاز و اکرام سے نوازا جائے گا تو موت کی تمنا کرو تا کہ جلد از جلد اپنے محبوب یعنی خالقِ حقیقی سے جا ملو۔ فرمایا کہ بنی اسرائیل اپنے سیاہ کرتوتوں کی وجہ سے کبھی بھی موت کی خواہش نہ کریں گے۔ آج ہم بھی اپنا محاسبہ کریں کہ کیا اپنے اعمال کی بنیاد پر ہم اللہ کے سامنے حاضر ہونے اور جوابدہی کے لیے تیار ہیں؟

آیات ۹۷ تا ۱۰۱

بنی اسرائیل کا حضرت جبرائیل پر بہتان

اِن آیات میں بنی اسرائیل کے اِس بہتان کی نفی کی گئی کہ حضرت جبرائیلؑ نے بنی اسرائیل کی دشمنی میں وحی کا نزول بنی اسمٰعیل کے فرزند حضرت محمد ﷺ پر کر دیا۔ حضرت جبرائیلؑ وحی کا نزول اللہ کے حکم سے کرتے تھے اور جو اُن پر بہتان لگائے گا تو اللہ ایسے لوگوں کا دشمن بن جائے گا۔ بنی اسرائیل پر حق واضح ہو چکا ہے اور وہ یہ بہتان تراشی صرف اپنی بے عملی کے جواز کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔

آیات ۱۰۲ تا ۱۰۳

جادو کا عمل کفر ہے

اِن آیات میں آگاہ کیا گیا کہ بنی اسرائیل اللہ کی کتاب کے بجائے جادو سیکھنے اور سکھانے میں دلچسپی لیتے تھے۔ جادو کا علم شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر لوگوں کی آزمائش کے لیے اتارا گیا۔ یہ فرشتے خبردار کر دیتے تھے کہ اِس علم کا سیکھنا کفر ہے۔ یہ بھی واضح کیا گیا کہ جادو ایسے لوگ سیکھتے تھے جو ایک مرد اور اُس کی بیوی کے درمیان پھوٹ ڈالنا چاہتے تھے۔ خاندان کو تباہ کرنا شیطانی قوتوں کا خاص مشن ہے۔ یہ بھی بتایا گیا کہ جادو کا اثر اللہ کے اذن کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ جو شخص بھی جادو سیکھتا اور استعمال کرتا ہے وہ آخرت کی کامیابی سے محروم ہو جاتا ہے۔

آیات ۱۰۴ تا ۱۱۳

بنی اسرائیل کی گمراہیاں

اِن آیات میں بنی اسرائیل کی اہل ایمان سے حسد اور دشمنی واضح کی گئی اور اُن کی بعض گمراہیوں کا ذکر کیا گیا۔ اُن کی پہلی گمراہی یہ بتائی گئی کہ وہ اعتراض کرتے تھے کہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ اپنی کسی آیت یا کتاب کو منسوخ کر کے دوسری آیت یا کتاب نازل کر دے؟ جواب دیا گیا کہ اللہ کی سنت ہے کہ جب وہ کسی آیت یا کتاب کو منسوخ کرتا ہے تو اُس سے اگلے درجے کا کلام اور حکم نازل فرما دیتا ہے۔ اُن کی دوسری گمراہی یہ تھی کہ اُن کی دانست میں جنت میں صرف یہودی اور عیسائی ہی جا سکیں گے۔ فرمایا کہ جس کسی نے اللہ کے احکامات کے سامنے سر جھکا دیا اور نیک بن گیا وہی جنت میں داخل ہوگا۔ یہ بھی بتا دیا گیا کہ یہودی اور عیسائی باہم ایک دوسرے کے مذاہب کی نفی کرتے ہیں لیکن مسلمانوں کے خلاف متحد ہو رہے ہیں۔

آیات ۱۱۴ تا ۱۱۸

مشرکینِ مکہ کے جرائم

اِن آیات میں روئے سخن مشرکینِ مکہ کی طرف ہے۔ اُن کے جرائم یہ ہیں کہ اُنھوں نے مسجد حرام

سے اہلِ ایمان کو بے دخل کر دیا، فرشتوں کو اللہ کی اولاد قرار دیا اور مطالبہ کیا کہ اللہ ہم سے براہِ راست ہم کلام ہو۔ اِن آیات میں قبلہ کی تبدیلی کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ کسی سمت میں مقید نہیں۔ انسان جس طرف رخ کرے اللہ وہاں موجود ہوگا۔ قبلہ کا تعین صرف نظم اور مرکزیت پیدا کرنے کے لیے ہے ورنہ اللہ ہر جگہ موجود ہے۔ اِس سے اُن لوگوں کی بے چینی کا ازالہ ہوا جن کے دلوں میں یہود نے قبلہ کی تبدیلی کے حوالے سے شکوک وشبہات پیدا کر دیے تھے۔

آیات ۱۱۹ تا ۱۲۰

داعی کا کام حق پہنچانا ہے منوانا نہیں

اِن آیات میں یہ حقیقت بتائی گئی کہ داعی کا کام صرف حق پہنچانا ہی ہے منوانا نہیں۔ یہودی اور عیسائی صرف اُسی وقت راضی ہوں گے جب اُن کے تصورات کی پیروی کی جائے۔ لہٰذا لوگوں کو راضی کرنے یا قریب لانے کے لیے ہرگز نہ حق کو چھپایا جائے اور نہ ہی اُس میں کسی قسم کی آمیزش کی جائے۔

آیت ۱۲۱

تلاوتِ کلامِ پاک کی اہمیت

اِس آیت میں تلاوتِ کلام پاک کی اہمیت بیان کی گئی۔ جو لوگ باقاعدگی کے ساتھ تلاوتِ کلام پاک کرتے ہیں اور اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہی درحقیقت اللہ کے کلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو لوگ اللہ کے کلام پر ایمان سے محروم ہیں وہی درحقیقت خسارے میں جانے والے ہیں۔

آیات ۱۲۲ تا ۱۲۳

بنی اسرائیل سے خاتمۂ کلام

اِن آیات پر بنی اسرائیل سے کلام کا اختتام ہو رہا ہے۔ اِن آیات میں ایک بار پھر اُنہیں اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی یاد دہانی کرائی جا رہی ہے اور ایسے چور دروازوں کی نفی کی جا رہی ہے جن کے ذریعے انسان بے عملی کے باوجود اپنے جرائم کی سزا سے محفوظ رہنے کی جھوٹی امید رکھتا ہے۔

آیت ۱۲۴

حضرتِ ابراہیمؑ ...... آزمائش وامتحان کی اِک داستان

اِس آیت میں حضرت ابراہیمؑ سے لیے گئے امتحانات کی داستان بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو اللہ نے کئی آزمائشوں میں ڈالا اور وہ ہر امتحان میں پورے اترے۔ اُنھوں نے موروثی عقائد، والدین، گھر، قوم، وطن، اپنی جان، اپنی بیوی، اپنی اولاد غرض ہر شے کی محبت کو اللہ کی محبت کے سامنے قربان کر کے امام الناس ہونے کا اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ حضرت ابراہیمؑ کی تمنا تھی کہ امامت کا اعزاز اُن کی اولاد میں بھی جاری رہے لیکن اللہ نے واضح فرمایا کہ امامت کا مقام کردار سے ملتا ہے نہ کہ وراثت میں۔ بقول اقبال :

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر قابلِ میراثِ پدر کیونکر ہو

آیات ۱۲۵ تا ۱۲۶

بیت اللہ کی عظمت وشرف

اِن آیات میں بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ کی عظمت وشرف کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس گھر کو لوگوں کی محبت کا مرکز اور امن کا گہوارہ بنا دیا۔ اللہ نے حکم دیا کہ اِس گھر کو شرک اور ظاہری نجاستوں سے پاک رکھا جائے۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے جواب میں اللہ نے اِس گھر کے قریب رہنے والوں کے لیے رزق کی فراوانی کا وعدہ فرمایا۔ اللہ نے یہ بھی واضح فرمایا کہ امامت صرف صاحبِ کردار لوگوں کو ملے گی لیکن دنیا میں رزق نافرمانوں کو بھی دیا جائے گا۔

آیات ۱۲۷ تا ۱۲۹

ابراہیمؑ واسماعیلؑ کی دعا

اِن آیات میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی اُن دعاؤں کا بیان ہے جو اُنھوں نے بیت اللہ کی بنیادوں پر تعمیرِ نو کے دوران مانگیں تھیں۔ اُنھوں نے اللہ سے دعا کی کہ ہماری زندگی

بھر کی نیکیوں کو شرفِ قبولیت حاصل ہو۔اللہ ہمیں اور ہماری اولادوں کو اپنا فرمانبردار بنائے۔ ہمیں اپنی بندگی کا طریقہ سکھائے۔ہماری اولاد میں سے ایک ایسا رسول اٹھائے جو لوگوں پر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرے ،اُنہیں احکامات اور حکمت سکھائے اور اُن کے باطن کا تزکیہ کرے۔اولاد کے حوالے سے انسان کی تمنائیں اُس کی دین سے وابستگی کا اظہار ہوتی ہیں۔

آیات ۱۳۰ تا ۱۳۱

ملتِ ابراہیم کیا ہے؟

اِن آیات میں آگاہ کیا گیا کہ حقیقی دانش مندی کی روش یہی ہے کہ ملتِ ابراہیم کی پیروی کی جائے۔ملتِ ابراہیمؑ سے مراد ہے کہ جب بھی اللہ کا حکم سامنے آئے سرِ تسلیم خم کر دیا جائے۔

آیات ۱۳۲ تا ۱۳۳

اللہ والوں کی وصیت

اِن آیات میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یعقوبؑ کی اپنی اولادوں کے لیے وصیت بیان ہوئی کہ اللہ نے تمہارے لیے دینِ اسلام یعنی اللہ کی مکمل فرمانبرداری کو پسند کیا ہے۔لہٰذا تم مرتے دم تک اللہ کی فرمانبرداری کی روش سے چمٹے رہنا۔یہ ہے وصیت اللہ کے محبوب بندوں کی، بقول اقبال :

یہی ہے ساقی متاعِ فقیر
اِسی سے فقیری میں ہوں میں امیر
مرے قافلے میں لٹا دے اِسے
لٹا دے ٹھکانے لگا دے اِسے

آیات ۱۴۳ تا ۱۴۱

نجات کا دارومدار اپنے عمل پر ہے

اِن آیات میں بنی اسرائیل کی گمراہیوں کا جواب دیا گیا۔اول و آخر وضاحت کی گئی کہ تِلْكَ

اُمَّةٌ قَدۡ خَلَتۡ لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَلَكُمۡ مَّا كَسَبۡتُمۡ وَلَا تُسۡـَٔلُوۡنَ عَمَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ

(وہ گروہ تھا جو گذر گیا، اُن کے کام آئیں گے اُن کے اعمال اور تمارے کام آئیں گے تمہارے اعمال اور تم سے ہرگز نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے؟)۔ گویا آخرت میں نجات کے لیے نیک لوگوں سے نسلی تعلق نہیں بلکہ اپنا عمل کام آئے گا۔ یہودی یا عیسائی ہونے سے ہدایت نہیں ملے گی بلکہ ہدایت کا راستہ یہ ہے کہ ملتِ ابراہیمؑ کی پیروی کی جائے۔ اللہ کے نزدیک اُسی کا ایمان قابلِ قبول ہے جو تمام انبیاء پر ایمان لائے۔ کسی ایک نبی کا انکار بھی انسان کو کافر بنا دیا دیتا ہے۔

حرفِ آخر

سورۂ بقرۃ کے اِس حصے میں بنی اسرائیل کی ناشکریوں اور جرائم کا بیان اِس لیے کیا گیا ہے تا کہ اُن پر واضح کر دیا جائے کہ اب تم اہل نہیں رہے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور شریعت کے حامل ہونے اور نوعِ انسانی کے لیے رہنما بننے کے۔ لہٰذا تمہیں اِس منصب سے معزول کیا جاتا ہے اور اب امت محمدی ﷺ کو اِس منصب پر فائز کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ یہ اعلان دوسرے پارے کے آغاز میں تحویلِ قبلہ کی بحث کے دوران سامنے آجائے گا۔

سورۂ بقرۃ کے اِس حصے میں نہ صرف یہ کہ ماضی کی تاریخ بیان ہوئی ہے بلکہ علامہ اقبال کے الفاظ میں ''آنے والے دور کی دھندلی سی اِک تصویر'' بھی موجود ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے اِس قول کے مصداق کہ: ''لَيَاْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِىْ مَا اَتٰى عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ '' (یعنی میری امت پر بھی وہ سب کچھ وارد ہو گا جو بنی اسرائیل پر ہوا بالکل اِسی طرح جس طرح ایک جوتا دوسرے جوتے کے مشابہ ہوتا ہے) بعد میں خود امت مسلمہ میں وہ ساری اخلاقی وعملی اور اعتقادی یا نظری وفکری گمراہیاں پیدا ہو کر رہیں جو بنیاسرائیل میں تھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِن آیات سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور بنی اسرائیل کی سی روش اختیار کرنے سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

اے کاش میں ملتا اپنے بھائیوں سے!

يَا لَيْتَنِیْ قَدْ لَقِيْتُ اِخْوَانِیْ! قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَلَسْنَا اِخْوَانَکَ وَ اَصْحَابَکَ ؟ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنَّ قَوْمًا يَّجِيْئُوْنَ مِنْ بَعْدِكُمْ، يُوْمِنُوْنَ بِیْ اِيْمَانَكُمْ، وَيُصَدِّقُوْنِیْ تَصْدِيْقَكُمْ، وَيَنْصُرُوْنِیْ نَصْرَكُمْ، فَيَالَيْتَنِیْ قَدْ لَقِيْتُ اِخْوَانِیْ

’’اے کاش میں ملتا اپنے بھائیوں سے! صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہم آپ ﷺ کے بھائی اور ساتھی نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں! لیکن یہ وہ لوگ ہوں گے جو تمہارے بعد آئیں گے، مجھ پر ایسے ایمان لائیں گے جیسے تم ایمان لائے ہو اور میری اُسی طرح تصدیق کریں گے جیسے تم نے کی ہے اور اُسی طرح میری مدد کریں گے جیسے تم نے کی ہے، تو اے کاش میں ملتا اپنے بھائیوں سے‘‘! (مسندِ ابنِ ابی شیبہ)

اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ الْقُرْاٰنَ

اے اللہ! بنادے قرآن کو

رَبِيْعَ قُلُوْبِنَا --- وَ --- نُوْرَ صُدُوْرِنَا

ہمارے دلوں کی بہار اور ہمارے سینوں کا نور

وَجِلَاءَ اَحْزَانِنَا --- وَ --- ذَهَابَ هُمُوْمِنَاوَغُمُوْمِنَا

اور ہمارے دکھوں کا مداوا اور ہمارے تفکرات وغموں کا دور کرنے والا

حقیقی مسلمان کون ہے؟

اَلْـمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ وَالْمُھَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰہ عَنْہُ (بخاری)

''حقیقی مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور حقیقی مہاجر وہ ہے جو چھوڑ دے اُس عمل کو جس سے اللہ نے روکا ہے''۔

اپنے بھائی کی مدد کرو!

اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ یَّا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْصُرُہٗ اِذَا کَانَ مَظْلُوْمًا اَفَرَاَیْتَ اِذَا کَانَ ظَالِمًا کَیْفَ اَنْصُرُہٗ قَالَ تَحْجُزُہٗ اَوْ تَمْنَعُہٗ مِنَ الظُّلْمِ فَاِنَّ ذٰلِکَ نَصْرُہٗ

(بخاری، مسلم)

''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم''۔ اِس پر ایک شخص نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اُس کی مدد کروں گا اگر وہ مظلوم ہے۔ کیا آپ بتائیں گے کہ اُس کی مدد میں کیسے کروں اگر وہ ظالم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''اُس کا ہاتھ پکڑ لو یا اُسے روک دو ظلم کرنے سے، پس بے شک یہ ہے اُس کی مدد کرنا''۔